تنزیل قرآن

اشہد رفیق ندوی

تاریخ قرآن کا ایک بہت اہم باب نزول قرآن کی تاریخ ہے، قرآنیات کے ماہرین نے اس باب کے ایک ایک جز پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔اس لئے کہ قرآن مجید کی صداقت و حفاظت کا معاملہ اس بات پر منحصر ہے کہ اس کے نزول کی تاریخ و کیفیت روز روشن کی طرح واضح ہو۔دیگر آسمانی کتابیں اسی وجہ سے شکوک کے گرداب میں آگئیں کہ ان کے نزول و تدوین کی کوئی تاریخ دستیاب نہیں ہے۔زیر نظر مضمون میں نزول قرآن کی تاریخ کو سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آغاز نزول:۔ قرآن مجید حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔سب سے پہلی وحی غار حراء میں ۸ ربیع الاول ۱۳ قبل ہجرت کو آئی، اس وقت آپ وہاں عبادت میں مصروف تھے، حضرت جبرئیل تشریف لائے اور کہا اقرأ (پڑھو!) حضور نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے آپ کو بھینچا اور کہا پڑھو! اس طرح انہوں نے تین بار کیا اور تیسری مرتبہ سورۃ العلق کی ابتدائی تین آیات پڑھائیں۔(۱)

یہ رب ذوالجلال کی طرف سے حضور اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی، آج سے آپ کی زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز ہو رہا تھا۔اس واقعہ سے آپ بے حد گھبرائے، حیران و پریشان گھر لوٹے اور اپنی اہلیہ حضرت خدیجہؓ کو حال سنایا اور فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو، حضرت خدیجہؓ نے ڈھارس بندھائی کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسے مہمان نواز، غریب پرور اور ضعفاء و مساکین کے ہمدرد و غمگسار کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

پہلی وحی نازل ہونے کے بعد پھر یہ سلسلہ ایک عرصہ کے لئے منقطع ہو گیا، آپ کی تڑپ بڑھی، بڑھتی گئی، یہاں تک کہ آپ بسا اوقات بے حال ہو جاتے، پہاڑوں کی طرف

چلے جاتے، دیر تک عبادت میں مصروف رہتے، روایتوں کے مطابق تقریباپونے تین سال بے چینی کے عالم میں گذارے (۲) اچانک وہی فرشتہ آپ کوایک دن آسمان میں نظر آیا، آپ کی خوشی کی انتہانہ رہی، فرشتہ نازل ہوااور سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات سنائیں، اس طویل وقفہ کے بعد جسے "فترۃ الوحی" کہتے ہیں، وحی کا آغاز ہواتو پھر مسلسل جاری رہا، آپ کی وفات سے ۸۲روز قبل ۹ذی الحجہ ۱۰ھ بوقت عصر عرفات کے میدان میں آیت **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**(المائدہ۳) کے نزول کے ساتھ مکمل ہوا، آخری وحی کے سلسلے میں اختلاف ہے مگر زیادہ تر علماء نے مذکورہ آیت کو ہی آخری وحی تسلیم کیاہے۔(۳)

کیفیت نزول:۔ نزول وحی کا طریقہ یہ تھاکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آیات لے کر آتے، رسول اکرم ﷺ کو پڑھ کر سناتے، آپ اسے اچھی طرح یاد فرمالیتے اور صحابہ کرام کوباخبر کردیتے کہ حضرت جبریل یہ آیات لے کر تشریف لائے تھے، آمد وحی کاکوئی وقت مقرر نہ تھاجب ضرورت ہوتی، فرستادہ الٰہی حاضر ہو جاتا۔ آپ سفر میں ہوں یاحضر میں، میدان جنگ میں ہوں یابستر استراحت پر، عبادات میں مشغول ہوں یادعوت و تذکیر کررہے ہوں، کسی وقت بھی یہ سلسلہ شروع ہو جاتا، روایتوں سے معلوم ہوتاہے کہ یہ لمحہ آپ کے لئے بہت مشکل ہوتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "جب آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا سانس رکنے لگتا، چہرہ انور متغیر ہوکر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا، سامنے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے اور آپ کواتناپسینہ آتاکہ اسکے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔"(۴)

ایک مرتبہ آں حضور ﷺ کے زانو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے زانو پر تھے کہ وحی نازل ہوئی حضرت زید پر اس قدر بوجھ پڑا کہ انہیں محسوس ہوکہ ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی (۵) ایک دوسری روایت میں آتاہے کہ ایک دفعہ آپ اونٹنی پر سوار ہوکر کہیں جارہے تھے کہ وحی نازل ہونی شروع ہوگئی، اونٹنی نے اس قدر بوجھ محسوس کیاکہ اس سے چلانہ گیااور راستےہی میں بیٹھ گئی۔(٦)

ترتیب نزول:۔ قرآن مجید آج جس ترتیب کے ساتھ پڑھااور لکھاجاتاہے۔یہ

ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے (توقیفی ہے) مگر یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا ہے، یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ سب سے پہلی وحی سورہ العلق ہے جو سب سے آخری پارہ میں ہے اور سب سے آخر میں سورہ المائدہ کی تیسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوئی جو ساتویں پارہ میں ہے۔ پورا قرآن جستہ جستہ ۲۳ برس کی مدت میں نازل ہوا۔ کبھی چند آیتیں نازل ہو جاتیں، تو کبھی پوری سورہ کا نزول ہو جاتا۔ دو وحیوں کے درمیان کبھی طویل وقفہ ہوتا، تو کبھی ہفتے میں کئی کئی بار وحی آجاتی۔ ایسا بھی ہوتا کہ متعدد سورتوں کا نزول ایک ساتھ شروع ہو جاتا، ان میں کوئی فوراً پوری ہو جاتی اور کسی کی تکمیل میں برسوں کا وقت لگ جاتا، آیات یا سورت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کاتبین وحی کو بلا کر فوراً اسے قلم بند کروا دیتے اور نو آمدہ وحی کے موقع و محل کی تعیین بھی فرما دیتے کہ انہیں ترتیب میں کس مقام پر رکھا جائے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان حالات پر پوری نگاہ رکھے ہوتے۔ انہیں اچھی طرح یہ بات معلوم رہتی تھی کہ کون آیت یا سورت نازل ہوئی۔ اس کا پس منظر کیا ہے، حضور ﷺ نے نزولی ترتیب کے برعکس انہیں کہاں رکھنے کا حکم دیا ہے اور کس طرح پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ حضرات کے پاس یہ ریکارڈ بھی موجود تھا۔ کہ کون کون سی آیات سفر میں نازل ہوئیں، کون سی حالت قیام میں، کون جاڑے میں نازل ہوئیں اور کون گرمی میں اور مکہ مدینہ میں نازل ہونے والی آیات اور سورتوں کی تو آج بھی الگ شناخت قائم ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے احوال و آثار کا جو قیمتی سرمایہ محفوظ ہے، اس میں اس سلسلے کا کافی مواد موجود ہے۔ (۷)

قرآن مجید کی تاریخ مرتب کرنے والے حضرات ان شواہد کی روشنی میں تقریباً پورے قرآن کی نزولی ترتیب کو متعین کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور اس کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اسے متعلقہ مآخذ میں محفوظ کر دیا ہے، (۸)

ماضی قریب میں بعض مستشرقین نے بھی نزولی ترتیب متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے جرمن مستشرق نویلڈیکے (Noldeke) نے اس کام کا آغاز کیا، اسکے بعد یہ بہت سے مغربی مصنفین کی دلچسپی کا موضوع بنا رہا، جے ایم راڈویل (J.M.Rodwell) نے

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بلڈیکے کی متعین کردہ ترتیب پر شائع کیا ہے، اس سے پہلے ہرشفیلڈ (Hirschfeld) نے نہ صرف سورتوں بلکہ آیتوں تک کی تاریخی ترتیب متعین کرنے کی کوشش کی۔ مگر نزولی ترتیب کی اہمیت صرف اسی قدر ہے کہ اس سے آیات اور سورتوں کا پس منظر معلوم کرنے میں ایک حد تک مدد ملتی ہے۔ بالخصوص آیات کے اسباب نزول اور نسخ حکم معلوم کرنے کے لئے ترتیب نزول یا وقت نزول کی واقفیت مددگار ثابت ہوتی ہے۔

ترتیب قرآن کا مسئلہ بعض ناقابل اعتبار روایات کی وجہ سے کچھ عرصہ متنازع فیہ رہا ہے۔ اسی وجہ سے مستشرقین کو بھی ریشہ دوانی کا موقع ہاتھ آگیا۔ مگر محققین کی کاوشوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور مضمون کی طرح آیات اور سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی یعنی منجانب اللہ ہے۔ فرستادہ الٰہی قرآن کے القاء کے ساتھ اس بات کی تلقین بھی کرتے کہ آیات اور سورتوں کو کس مقام پر رکھا جائے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کو نو آمدہ وحی کی اطلاع کے ساتھ اس کے مقام و محل کی تعیین بھی فرمادیتے تھے۔ اسی وجہ سے سدا اسی ترتیب پر قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی۔ نمازوں میں بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا۔ اور آخر سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اور آنحضور ﷺ کے درمیان اسی ترتیب پر پورے قرآن مجید کا دورہ ہوا۔ (۹) نزولی ترتیب یا کسی نئی ترتیب کی تلاش میں مستشرقین کو اس وجہ سے دلچسپی ہوئی کہ اس بہانے وہ یہ ثابت کرسکیں کہ (نعوذ باللہ) قرآن مجید کی جو ترتیب رائج و متداول ہے۔ وہ خیالی ہے، صحیح ترتیب اب انہوں نے دریافت کی ہے۔ گویا امت مسلمہ گزشتہ ۱۴ صدیوں سے قرآن مجید کی صحیح ترتیب سے بھی واقف نہ تھی۔ (۱۰)

تدریجی نزول۔ فائدے اور حکمتیں:۔ پورا قرآن یکبارگی نازل ہونے کے بجائے جستہ جستہ نازل ہوا۔ مخالفین قرآن کا ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ دیگر آسمانی کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ساتھ کیوں نازل نہیں ہو جاتا۔ اسکا جواب خود قرآن نے یہ دیا ہے۔

وقال الذين كفروا لو لا نزل عليه	منکرین کہتے ہیں اس شخص پر سارا قرآن
القرآن جملة واحدة ، كذالك	ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا،
لنثبت به فؤادك و رتلناه ترتيلا	ہاں ایسا اس لئے کیا گیا کہ اسکو اچھی طرح

ولا یأتونك بمثل الا جئناك بالحق وأحسن تفسیرا(الفرقان :۳۲،۳۳)

ہم تمہیں ذہن نشین کراتے رہیں اور (اسی غرض کے لئے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کیساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے (اور اس میں یہ مصلحت بھی ہے کہ) کبھی وہ تمارے سامنے کوئی نرالی بات (یا عجیب سوال) لے کر آتے اسکا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تمہیں دیدیا اور بہترین طریقہ سے بات کھول دی

اللہ تعالیٰ نے آیات مذکورہ میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کے تدریجی نزول میں گوناگوں حکمتیں اور فائدے ہیں ،اس موضوع پر علماء نے بہت ہی مفید علمی و تحقیقی بحثیں کی ہیں،اور صحیح بات یہ ہے کہ اس کا کوئی گوشہ نامکمل نہیں چھوڑا ہے، مصر کے مشہور عالم دین اور محقق شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی نے اپنی کتاب "مناھل العرفان فی علوم القرآن" میں تمام مباحث کو اچھی طرح سمیٹ لیا ہے اور اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ سردست اس بحث پر اضافہ کرنا ممکن نہیں،اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کی تحقیقات کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔

پہلی حکمت: قلب نبوی کی تقویت

(الف) وحی کے بار بار آنے سے رسول اللہ ﷺ کے دل و دماغ میں ہر لحہ یہ یقین موجزن رہتا کہ آپ پر کتاب اللہ کے نزول کا سلسلہ جاری ہے اور خدائی طاقتیں ہر گھڑی آپ کے ساتھ ہیں، قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جن میں آپ کو ڈھارس بندھائی گئی ہے۔

(ب) اس تدریجی نزول میں یہ آسانی تھی کہ نبی اکرم ﷺ بھی اچھی طرح قرآن کو یاد کر لیتے اور اچھی طرح احکام الٰہی اور قرآنی حکمتوں کو ذہن نشین کر لیتے اور اپنی امت تک اس امانت کو منتقل فرمادیتے۔

(ج) جس وقت قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا وہ بجائے خود ایک جدید معجزہ ہوتا اور ہر بار گویا معاندین کو یہ چیلنج ہوتا کہ اس کے مثل آیات پیش کرو اور ہر بار یہ مشاہدہ ہوتا کہ

مخالفین اس کا مثل پیش کرنے سے عاجز رہتے اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوتی۔ کئی بار قرآن مجید نے معاندین کو الگ الگ اسلوب میں چیلنج کیا کہ اگر تمہیں اس کی حقانیت پر یقین نہیں ہے تو اس کا مثل لادو، چند سورتیں یا ایک ہی سورہ لادو، (۱۳)

(د) دشمنون کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ کسی طرح زک دیں، تدریجی نزول کا یہ فائدہ تھا کہ اس سے آپ کو صبر و ثبات کی قوت اور مقابلہ آرائی کا حوصلہ ملتا۔

دوسری حکمت: امت مسلمہ کی تربیت۔

تدریجی نزول کی دوسری حکمت یہ تھی کہ دنیا میں جو امت مسلمہ ابھر رہی تھی اس کی علمی اور عملی تربیت میں تدریجی رفتار اختیار کی جائے۔ یہ حکمت بھی اپنے اندر متعدد گوشے رکھتی ہے۔

(الف) امت کے لئے قرآن کا حفظ اور فہم آسان تر ہو جائے۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ بڑی آسانی سے نئی نازل شدہ وحی کو حفظ کر لیتے اور اسکے احکام کو جاری و ساری کر لیتے۔

(ب) باطل عقیدوں اور بری عادتوں کو چھڑانے کے لئے تدریج بہترین حکمت عملی ہے۔ اس طریقۂ نزول کے ذریعہ اسلام جب ایک باطل کو مٹانے میں کامیاب ہو جاتا تو دوسرے کے بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوتا اور ایک ایک کر کے اس نے ہر باطل کی جڑ کاٹ دی اور امت بخوشی ہر اصلاح کو قبول کرتی گئی۔ اس سلسلہ میں حرمت خمر میں کی مثال بہت نمایاں ہے۔ جیسا کی معلوم ہے اس کی حرمت کا حکم تین الگ مرحلوں مین نازل ہوا چنانچہ آخری حکم کے وقت لوگ اتنا تیار ہو چکے تھے کہ آیت نازل ہوتے ہی شراب کے برتنوں کو توڑ ڈالا اور ذخیرہ شدہ شراب کو بہادیا۔ (۱۴)۔

(ج) مشکل حالات میں مؤمنین کے دلوں کو جمائے رکھنے اور انکو صبر و یقین کی عزیمت سے مسلح کرنے میں تدریجی نزول بہت مفید ثابت ہوتا۔

تیسری حکمت: نئے مسائل میں رہنمائی۔

جب کوئی جدید مسئلہ درپیش ہوتا تو اس کی مناسبت سے اللہ تعالی کی طرف سے تازہ ہدایتیں آجاتیں۔ یہ حکمت بھی اپنے اندر گوناگوں گوشے رکھتی ہے:

(الف) رسول اللہ ﷺ سے اکثر سوالات ہوتے رہتے، یہ کبھی آپ کی رسالت کا امتحان لینے کی غرض سے ہوتے اور کبھی احکام الٰہی سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے۔

بروقت جواب پاکر سائل بھی مطمئن ہو جاتا اور آں حضرت ﷺ کو بھی تسلی ہو جاتی۔ ایک مرتبہ آپ کی آزمائش کے لئے مشرکین نے روح کے بارے میں سوال کیا، سوال کا بر محل جواب فوراً وحی کے ذریعہ آگیا۔

ویسئلونك عن الروح قل الروح	یہ لوگ تم سے روح کے متعلق ہیں۔ کہو یہ
من أمر ربی و مآ اوتیتم من العلم	روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے مگر
الا قلیلا .(الاسراء:۸۵)	تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔(۱۵)

(ب) مسلمانوں سے بسا اوقات غلطیاں ہو جاتیں، اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر یہ خصوصی احسان تھا کہ بروقت تنبیہ و رہنمائی کے لئے اس نے قرآن مجید کو بتدریج نازل کیا اور جیسا جیسا موقع آیا تازہ ہدایات جاری فرمائیں(۱۶)

(ج) منافقین کی خفیہ سرگرمیوں سے آں حضرت ﷺ اور مسلمانوں کو برابر مطلع کرتے رہنا کہ وہ آستین کے ان سانپوں کے شر سے اپنے آپ کو بچاتے رہیں(۱۷)

چوتھی حکمت: کلام الٰہی ہونے کی دلیل

تدریجی نزول میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ یہ طریقۂ نزول بجائے خود اعجاز کلام کی ایک بہت بڑی دلیل ہے، ۲۳ برس کی مدت میں مختلف عوامل و اسباب کے تحت نازل ہونے والا یہ کلام پوری طرح مربوط و منظم ہے۔ ہر جز بے انتہا کشش اور تاثیر سے بھرا ہوا ہے، اور اس کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم ہے کہ اول سے آخر تک جیسے یکساں اور انمول نگینے سجے ہوئے ہوں اور ربط و اتصال اور نظم و ترتیب کا یہ عالم ہے کہ ابتدا سے انتہا تک نہایت مضبوطی سے ہر جز ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے ، انسان کے کلام میں ایسی یکسانیت ، ہم آہنگی، اور نظم و ربط پیدا کرنا کبھی بھی ممکن نہیں۔(۱۸)

ذریعۂ نزول۔ وحی الٰہی۔ جیسا کہ اوپر ذکر آیا قرآن مجید بذریعہ وحی رسول پاک ﷺ پر نازل ہوا، بندہ اور خدا کے درمیان ہمیشہ سے یہی رابطے کا ذریعہ رہا ہے۔ اس کی تفصیلات کے ذکر کے بغیر نزول قرآن کی تاریخ نامکمل رہے گی۔

لغوی تحقیق:۔ وحی اور ایحاء اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دینا، دل میں ڈالنا، چھپا کر بولنا۔ وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر معنی میں استعمال کی نظیر کلام عرب میں

موجود ہے۔اشارہ کرنے کے معنی میں ایک شاعر کہتا ہے:۔

ترى عينها عيني تعرف وحيها ۔ تعرف عيني ما به الوحي يرجع

اور لکھنے کے معنی میں عجاج کا شعر ہے:

حتى نحاهم جدنا و الناحي لقد كان وحاة الواحي (۱۹)

خط اور کتابت کے معنی میں لبید نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے:

فمدافع الريان عرى رسمها خلقا كما ضمن الوحي سلامها .(۲۰)

پیغام دینے کے مفہوم میں عجاج کے ایک شعر میں یہ لفظ آتا ہے:۔

وحى لها القرار فاستقرت وسدها بالراسيات الثبت (۲۱)

اور چپکے سے بات کرنے کا مفہوم ابوذویب کے کلام سے مترشح ہوتا ہے:

فقال لها او قد وحت اليه الا لله انك ما تغيف(۲۲)

قرآن مجید میں بھی وحی متعدد معانی میں وارد ہوا ہے۔ اشارہ کرنے کے معنی میں حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے:

فخرج على قومه من المحراب پس وہ اپنی قوم کے سامنے محراب سے نکلے
فاوحى إليهم ان سبحوا بكرة اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام تسبیح کرتے
و عشيا (مريم : ۱۱) رہا کرو

یہیں سے یہ لفظ القاء کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

حضرت موسیٰ کے قصہ میں ارشاد ہے

و اوحينا الىٰ ام موسىٰ ان ارضعيه اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات
(القصص : ۷) ڈال دی کہ تم ان کو دودھ پلاؤ

القاء شیطان کے مفہوم میں قرآن مجید کی یہ آیت وارد ہوئی ہے:

اِن الشياطين ليوحون إلىٰ أوليائهم شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و
ليجادلوكم (الانعام : ۱۲۲) اعتراضات القا کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے
جھگڑا کریں۔

فطری اور جبلی رہنمائی کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، فرمایا:

واوحى ربك إلىٰ النحل أن اتخذى اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل
من الجبال بیوتا (النحل : ٦٥) میں یہ بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے۔

مذکورہ بالا تمام معانی میں لطیف اور مخفی اشارہ کا مفہوم شامل ہے کیوں کہ یہی اس لفظ کا اصل بنیادی معنی ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ایسے لطیف اور مخفی طریقوں سے تعلیم دیتا ہے کہ معلم دکھائی نہیں دیتا، اس لئے اسے وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اصطلاحی مفہوم :۔ اسلامی اصطلاح میں یہ اس وحی غیبی کا نام ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے خاص لطف و کرم اور فضل و عنایت سے کسی نبی کو کوئی علم حاصل ہوتا ہے۔ اس حصول علم میں کسی نبی یا رسول کے اپنی غور و فکر اور کوشش و محنت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وحی بنوت اپنی خصوصیات کے لحاظ سے دوسری اقسام وحی سے مختلف ہوتا ہے، نبی کو پورا یقین اور شعور حاصل ہوتا ہے کہ وحی اللہ کی جانب سے ہے، یہ وحی علم وہدایت پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید میں لفظ وحی صرف انبیاء کے لئے استعمال ہوا ہے۔ البتہ لفظ القاء و الہام نیز ایحاء کے دوسرے مشتقات غیر انبیاء بلکہ غیر جاندار اشیاء کے لئے بھی آئے ہیں، وحی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک مقدس رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا مشاہدہ و تجربہ صرف انبیاء کرام کو ہوتا ہے، اس لئے عام آدمی کے لئے اس کی حقیقت و کیفیت کا ادراک کرنا ممکن نہیں۔ البتہ اس کی اقسام اور کیفیات کے سلسلہ میں جو معلومات خود قرآن وحدیث نے فراہم کی ہیں بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے ۔(۲۳)

وحی کے طریقے: قرآن مجید میں وحی کے تین طریقے بتائے گئے ہیں (وحی قلبی (۲) وحی بواسطہ حجاب (۳) اور وحی بذریعہ پیغامبر

و ما كان لبشر أن يكلمه الله الا کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو
وحیااو من وراء حِجَاب او یرسل بات کرے اس کی بات یا تو وحی کے طور پر
رسولا فیوحی باذ نه مايشاء . ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر
(الشوریٰ : ٥١) وہ کوئی پیغامبر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس
کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے مزید تشریح فرماتے ہوئے احادیث میں نزول وحی کے کئی

دوسرے طریقے اور سورتیں بھی بیان کی ہیں۔ ایک جلیل القدر صحابی حضرت حارث بن ہشامؓ نے آں حضرت ﷺ سے پوچھا آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا۔

احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس و هو اشد علی فیفصم و قد وعیت ما قال و احیانا یتمثل لی الملك رجلا (۲٤)	کبھی تو مجھے گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صفت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر وہ پیغام جب یاد کر لیتا تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آتا ہے۔

قرآن و حدیث دونوں کی بیان کردہ صورتوں کو جمع کر دیا جائے تو وحی کی کل چھ قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) رویائے صادقہ: یعنی سچے خواب، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ (۲۵) آپ جو خواب دیکھتے سپیدۂ صبح کی طرح حقیقت بن کر نظر آجاتا، ابن حجرؒ نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عالم بیداری میں نازل ہونے والی وحی کی تربیت دینا چاہتا تھا۔ (۲۶)

(۲) نفث فی الروع: دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتے آپ کے قلب پر بغیر نظر آئے کوئی بات ڈال دیتے جیسا کہ خود آں حضرت ﷺ نے فرمایا: روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنے رزق کی تکمیل نہیں کرے گا۔ (۲۷)

(۳) صلصلۃ الجرس: تیسری صورت یہ تھی کہ آپ کو اس قسم کی آواز آیا کرتی تھی جیسی گھنٹیاں بجنے سے پیدا ہوتی ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے کہ "چوں کہ وحی کی آواز کے لئے کوئی جہت و سمت نہیں ہوتی تھی اور وہ آواز گھنٹی کی آواز کی طرح مسلسل اور لگاتار ہوتی تھی اور ہر طرف سے اور ہر جہت سے سنی جا سکتی تھی، اسی وجہ سے آں حضرت ﷺ نے وحی کی آواز کو گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دی ہے۔ (۲۹)

(۴) فرشتہ کا انسانی شکل میں آنا: وحی کا چوتھا طریقہ یہ تھا کہ فرشتہ انسان کی

شکل وصورت میں نمودار ہو کر آپ سے بات کرتا، یہاں تک کہ وہ بات مکمل طور پر یاد ہو جاتی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے۔ اس پر کوئی علامت سفر بھی نہ تھی اور ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی انہیں نہیں جانتا تھا، یہ شخص آں حضرت ﷺ کے پاس آکر اس طرح بیٹھ گیا کہ اپنے گھٹنے حضور کے گھٹنے پر ٹیک لئے اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کے زانو پر رکھ دئے۔ پھر اسلام ،ایمان، احسان ، قیامت اور علامات قیامت سے متعلق آپ سے چند سوالات کئے، آپ ان سوالات کے جوابات دیتے جاتے تھے اور سائل ہر جواب پر ''آپ نے سچ فرمایا'' کہتا جاتا تھا، حضرت عمر فرماتے ہیں ہمیں اس پر تعجب ہوتا تھا کہ یہ شخص سوال کرتا ہے اور جواب ملنے پر تصدیق بھی کرتا جاتا ہے گویا ان سوالات کے جوابات کا اسے پہلے سے ہی علم تھا، سوال و جواب کے ختم ہونے پر یہ شخص واپس چلا گیا تو آں حضرت نے دریافت فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص تھا، انہوں نے جواب دیا 'اللہ اور اس' کے رسول زیادہ جانتے ہیں'' آپ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے۔ (۳۱)

ام المومنین حضرت عائشہ (۳۲) اور ام سلمہ (۳۳) نے بھی فرشتہ کو انسانی شکل میں دیکھا اور اس سے متعلق واقعات بیان کئے۔

(۵) فرشتہ کا اپنی اصلی شکل میں آنا: کبھی کبھی فرشہ اپنی اصلی شکل میں آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہونچاتا تھا، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا تھا (۳۴)

(۶) براہ راست گفتگو: ۔ فرشتے کے توسط کے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے گفتگو کرتا ہے جیسا کہ معراج کے موقع پر پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں تک پیغام رسانی کا سلسلہ روز اول سے جاری ہے حضرات انبیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ اور تنفیذ کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں، سب کے پاس احکام و ہدایات مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ہی آتے رہے ہیں، آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ چوں کہ پوری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی شریعت

قیامت تک کے انسانوں کے لئے تھی اس لئے دربار الٰہی سے آپ پر نازل ہونے والی وحی کی حفاظت وبقا کا خصوصی اہتمام بھی ہوتا تھا، چنانچہ قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں جن میں نزول وحی کے وقت نگرانی اور نزول کے بعد اس کے دائمی تحفظ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، دربار الٰہی کے اس خصوصی اہتمام کا ذکر سورۂ جن میں خود جنوں کی زبان سے اس طرح آیا ہے کہ اب وہاں ایسا زبردست پہرہ ہے کہ کوئی پر نہیں مار سکتا:

وانا لمسنا السماء فوجدنٰها ملئت حرسا شدیدا و شهبا، وانا کنا نقعدمنها مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد له شهابا رصدا. وانا لا ندری اشر اریدبمن فی الارض ام اراد بهم ربهم رشدا. (الجن ۸-۱۰)	اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہریداروں سے پٹاپڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے اور یہ کہ پہلے ہم سن گن لینے کیلئے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پالیتے تھے مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لئے گھات میں ایک شہاب ثاقب لگا ہوا پاتا ہے اور یہ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایا زمین والوں کے ساتھ کوئی بڑا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہ راست دکھانا چاہتا ہے۔

آں حضرت ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کوشش کرتے کہ جلد جلد دہرا کر اسے یاد کرلیں۔ اس سلسلہ میں دربار الٰہی سے ہدایت آئی کہ جلدبازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسکی حفاظت کابندوبست کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

لاتحرك به لسانك لتعجل به انا علینا جمعه وقرآنه (القیامه: ۱۷)	(اے نبی) اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اس کو یاد کرادینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

وحی کی قسمیں: آں حضرت ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو قرآنی آیات جن کے الفاظ اور معنیٰ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے اور جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے اس طرح محفوظ کردیے گئے ہیں، ان میں ذرہ برابر تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اس وحی کو اصطلاح میں ''وحی متلو'' کہا جاتا ہے دوسری قسم اس

وحی کی ہے جو قرآن مجید کا جزء نہیں ہے لیکن اس کے ذریعہ آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے ہیں اس کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ان تعلیمات کی تفصیل اور جزئی مسائل آپؐ کو زیادہ تر وحی غیر متلو کے ذریعہ عطا کیے گئے ہیں۔ یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے۔(۳۶)

قرآن اور وحی:

. قرآن مجید کا ہر لفظ بلکہ ہر حرف وحی الٰہی ہے اور جیسا کچھ نازل ہوا پورا کا پورا محفوظ ہے اور یہی اس کا سب سے بڑا اعجاز ہے اور اس کا یہ سب سے نمایاں وصف ہے جو دوسری کتابوں سے ممتاز کرتا ہے اس کا دعویٰ خود قرآن مجید نے بار بار کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے۔

انا نحن نزلنا علیك القرآن تنزیلا (الدهر : ۲۳)	اے نبی ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے ۔
انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون. (الحجر : ۹)	رہا یہ ذکر تو ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔
و الذین آتیناهم الکتاب یعلمون انه منزل من ربك بالحق فلا تکونن من الممترین. (الانعام : ۱۱٤)	اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لہذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو

جن لوگوں کو قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شبہ تھا ان کو قرآن نے بار بار چیلنج کیا کہ اگر یہ خدائی کلام نہیں ہے تو اس جیسی دس سورتیں، تین سورتیں یا کم از کم ایک ہی سورہ لادو لیکن عرب کے اہل زبان جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا اور جو اپنے مقابلہ میں دوسروں کو گونگا سمجھتے تھے ایسی چند آیات بھی نہ لا سکے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن نے ہمیشہ کے لئے یہ آخری فیصلہ سنادیا۔

قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان	کہہ دو اگر انسان اور جن سب کے سب مل

یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً (الاسراء : ۸۸)

کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

نزول قرآن کے زمانہ میں مشرکین لوگوں کو یہ کہہ کر بہکایا کرتے تھے کہ قرآن نرا جھوٹ ہے محمدؐ نے دوسری قوموں سے مل کر اسے گھڑلیا ہے۔

وقال الذین کفروا إن ھذا الا إفك افتراہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاوا ظلما و زورا (الفرقان : ٤)

کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن من گھڑت چیز ہے شخص نے آپ ہی گھڑلیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔

بعض لوگ اس غیر معقول بات کو دہرانے میں اب بھی دریغ نہیں کرتے، ''محمد ﷺ کے ذہن میں یہ خیال قیام مکہ کے دوران ہی آیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی آسمانی کتابوں کی طرح عربی میں ایک نئی کتاب تصنیف کریں'' جب کہ اس کا منہ توڑ جواب قرآن نے اسی وقت دے دیا تھا۔

قل أنزلہ الذی یعلم السر فی السمٰوات والارض إنہ کان غفورا رحیما (الفرقان : ٤)

اے نبی ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

ایک جگہ صراحت کے ساتھ یہ بھی قرآن نے کہا ہے کہ

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ .(النجم : ٣٤)

وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

دوسری جگہ اس سے بھی سخت الفاظ میں کہا

ولوتقول علینابعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین.

اگر اس (نبی) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے

(الحاقة: ٤٤. ٤٧) پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔

جہاں تک قرآن مجید کے گھڑنے یا بعض واقف کاروں کی مدد سے تیار کرنے کا الزام ہے یہ بدیہی طور پر ایک لغو اور غیر منطقی الزام ہے، قرآن کریم اور نبی ﷺ کی پوری تاریخ سورج کی طرح روشن ہے اس بات سے ہر شخص واقف ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے، یہاں تک کہ نبی ہونے کے بعد جب بھی معاہدہ (۳۷) یا مراسلت (۳۸) کی ضرورت پیش آئی تو کسی ساتھی سے مدد لینی پڑی، چنانچہ ان کے لئے ایسی عظیم الشان کتاب تصنیف کر دینا جو رہتی دنیا تک کے لئے چیلنج بن جاتی کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا۔ پھر یہ بھی مسلم تاریخی حقیقت ہے کہ پوری زندگی میں آپ نے کسی عالم / راہب / پادری سے علمی استفادہ نہیں کیا، صرف ایک غیر معتبر واقعہ بحیرہ راہب سے ملاقات کا پایا جاتا ہے جو آپ کے بچپن سے متعلق ہے جب آپ کی عمر صرف ۱۲ سال تھی اگر اس واقعہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اتنی مختصر ملاقات میں قرآن جیسی "تخلیق" پیش کر دینا اس نوعیت کا کوئی استفادہ عقلاً محال ہے۔

بعض فلاسفہ اور سائنس دانوں کی سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخصوص بندوں پر اپنا کلام اتارتا ہے اور اس کے ذریعہ تمام انسانوں کو اپنی مرضی سے باخبر کرتا ہے، چوں کہ اللہ اور رسول کے درمیان کوئی "تار" نظر نہیں آتا جس پر خدا کا پیغام سفر کر کے انسانوں تک پہونچتا ہے۔ اس لئے بہت سے لوگ اس دعویٰ کے صحیح ہونے سے انکار کر دیتے ہیں، حالاں کہ سٹیلائٹ سسٹم کے اس دور میں اسے ایک حقیقت تسلیم کرنا کچھ اب مشکل نہیں ہے۔

اس موقع پر ایک نظر سائنسی ایجادات پر ڈالنا مناسب ہوگا کہ انسان نے ایسے بے شمار آلات ایجاد کر لئے ہیں جن سے وہ ایک مکھی کے چلنے کی آواز میلوں دور سے سن سکتا ہے، جیسے وہ اس کے کان کے پردے پر رینگ رہی ہو، حتی کہ وہ کائناتی شعاعوں (Cos mic Rays) کے تصادم تک کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔ یہ آلات اس دعوے کو بھی ثابت کرتے ہیں کہ اخذ و سماعت کی ایسی صورتیں بھی ممکن ہیں جو معمولی حواس کے ذریعہ ایک شخص کے لئے ناممکن اور ناقابل قیاس ہوں۔

وحی اور کشف والہام: وحی کی طرح کشف والہام بھی ایک غیر حسّی ذریعہ معلومات

ہے، یہ نبی و غیر نبی کسی کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ نبی کے لئے "نفث فی الروع" کا جو طریقہ اوپر بیان ہوا یہ اسی قبیل کی چیز ہے، تاہم دونوں میں واضح فرق ہے کہ انبیاء کا ذریعہ معلومات خواہ وہ خواب ہی کیوں نہ ہو سو فیصد یقینی ہوتا ہے، جب کہ غیر انبیاء کے کشف و الہام میں قطعیت نہیں ہوتی، اس لئے اس کا دینی امور میں کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا، اور اگر کسی نے کشف والہام کے حوالے سے ایسی بات بیان کیں جو قرآن و سنت کے معروف احکام سے متصادم ہو تو اس کی تردید واجب ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے کشف و الہام کی الگ الگ تعریفیں کی ہیں۔ ان کے مطابق کشف کا تعلق حسیات سے ہے۔ اس میں کوئی چیز یا واقعہ آنکھوں سے نظر آجاتا ہے اور الہام کا تعلق وجہ اثبات سے ہے اس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی، صرف دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے اس لئے عموماً الہام کشف کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ (۳۹)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب کیف بدأ الوحی الی رسول اللہ ﷺ

۲۔ فترة الوحی کی مدت میں اختلاف ہے، چند روز، چند ہفتے، چند ماہ اور چند سال تک کی روایات پائی جاتی ہیں، تفصیلات کے لئے دیکھئے، صبحی صالح، مباحث علوم القرآن، دار العلم للملائین بیروت ۱۹۸۵ء، ص ۳۶

۳۔ حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر سے متعدد روایات منقول ہیں کہ آخری وحی سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ ہے، حضرت عمر بقرہ ۲۷۸ کو آخری آیت مانتے ہیں، حضرت براء بن عازب نساء ۱۷۶ کے قائل ہیں جبکہ حضرت ابی بن کعب توبہ ۱۲۸۔۱۲۹ کو آخری وحی بتاتے ہیں، دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن، دار ابن کثیر، بیروت ۱۹۸۷ء (تحقیق مصطفیٰ دیب البغا) ۱/۸۶۔۸۸

۴۔ بخاری، کتاب الوحی، باب کیف بدأ الوحی

۵۔ ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مطبع میمنیہ مصر ج. ۱ / ص. ۱۸۔۱۹

۶۔ حوالہ مذکور ۱/۱۹

۷۔ تفصیلات کے دیکھئے، الاتقان فی علوم القرآن کے مباحث: معرفۃ المکی والمدنی، معرفۃ الحضری والشاتی، معرفۃ النہاری واللیلی او معرفۃ الصیفی والشتائی، الاتقان ۱/۲۵۔۴۷۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے اپنی کتاب علوم القرآن میں اس بحث کو مزید منقح کیا ہے، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴۰۴ھ، ص ۵۹۔۶۷

۸۔ سیوطی، الاتقان ۱/۱۲

۹۔ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب اور اجتہاد صحابہ، اشہد رفیق ندوی، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڈھ، جلد ۷ شمارہ ۳ جولائی، ستمبر ۸۸ء ص ۳۸۔۵۶ و جلد ۸ شمارہ ۲ اپریل جون ۸۹ء ص ۳۷۔۵۵

۱۰۔ مستشرقین کی ریشہ دوانیوں سے مزید واقفیت کے لئے دیکھئے، محمد تقی عثمانی، علوم القرآن ۶۹۔۷۲

۱۱۔ رازی، التفسیر الکبیر، المطبع العامرہ ۱۳۲۴ھ ۶/۳۳۶

۱۲۔ مزید دیکھئے المزمل ۱۰۔ یٰسین ۷۶، الکہف ۶۔ الانعام ۳۳۔ الفاطر ۸

۱۳۔ البقرہ ۲۳، یونس ۳۸، ھود ۱۳۔ ۱۴، الاسراء ۸۸، القصص ۴۹، الطور ۵۲

۱۴۔ البقرۃ ۲۱۹، النساء ۴۳، المائدہ ۹۰۔۹۱

۱۵۔ الکہف ۸۳، البقرۃ ۲۲۱

۱۶۔ دوسرے واقعات کے لئے دیکھئے آل عمران ۱۲۱، التوبہ ۲۵

۱۷۔ حادثہ افک منافقین کی سازشوں کیوجہ سے پیش آیا مگر غلطی سے بعض مسلمان بھی اس سازش کا شکار ہوگئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت، مہم میں سرگرم ہوگئے یہ حادثہ خاندان نبوی اور پوری مسلم سوسائٹی کے لئے بڑی اذیت کا باعث تھا۔ سورہ نور کی آیات ۱۱۔۲۶ میں اس سازش کا پردہ فاش کیا گیا اور حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا اعلان کیا گیا۔ نیز دیکھئے البقرہ ۲۰۸، الفرقان ۳۳

۱۸۔ عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، دار احیاء الکتب الدینیہ، بدون تاریخ، ۱/۴۶۔۵۵، اردو ترجمہ ماخوذ از تاریخ افکار علوم اسلامی مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۳ ۔ ۱/۱۰۳۔۱۱۶

۱۹۔ ابن منظور لسان العرب، مادہ وحی

۲۰۔ ابن منظور لسان العرب ، مادہ وحی

۲۱۔ ابن منظور لسان العرب ، مادہ وحی

۲۲۔ ابن منظور لسان العرب ، مادہ وحی

۲۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور ۲۱/ ۶۱۳۔۶۱۵

۲۴۔ بخاری کتاب الوحی، باب کیف بدأالوحی

۲۵۔ حوالہ مذکور

۲۶ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری ۱/ ۱۸

۲۷ الاتقان ۱/ ۴۶ و مستدرک حاکم، کتاب البیوع ۲/ ۲

۲۸، بخاری، کتاب الوحی، باب کیف بدأ الوحی

۲۹۔ فیض الباری، قاہرہ ۱۳۵۷ھ، ۱/ ۱۹۔۲۰

۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اول

۳۲۔ صحیح بخاری، کتاب الوحی باب کیف بدأالوحی ۱/ ۱۸۔۱۹

۳۴۔ حوالہ مذکور

۳۶۔ محمد تقی عثمانی، علوم القرآن ص ۴۰۔۴۱

۳۷۔ صلح حدیبیہ کا مشہور معاہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔

۳۸۔ دیکھئے وثائق دراسات کے موضوع پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی و الخلافۃ الراشدۃ، قاہرہ ۱۹۴۱ء، کتاب کا اردو ترجمہ سیاسی وثیقہ جات از عہد نبوی تا خلافت راشدہ مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۰ میں شائع ہوا ہے۔

۳۹۔ فیض الباری ۱/ ۱۹